© rasailojaraid.com

برصغیر پاک وہند میں عربی وادب کی ترقی وترویج میں سید ابوالحسن ندوی کا حصہ

عبیدالرحمٰن لیکچرار عربی گورنمنٹ ڈگری کالج چوبارہ (لیہ)

علوم اسلامیہ کی تعلیم وتفہیم میں عربی زبان وادب کی اہمیت :

عربی زبان کی دو حیثیتیں ہیں۔ایک تو وہ قرآن،وحدیث،تفسیر،وفقہ سیرت وتاریخ،فلسفہ، وعلم الکلام، نثر وشعر اور دواوین عرب کی زبان ہے،اور اسکے اول الذکر چھ عناوین میں دینی واصلاحات والفاظ ہیں،اس سے واقفیت کے بغیر ہمیں اسلام کے نظام احکام سے براہ راست واقفیت اوراس کے عظیم الشان علمی ذخیرہ سے جو اپنی تاریخ مساحت میں سوا چودہ برس کی طویل مدت اور اپنی جغرافیائی وسعت میں عالم اسلام کے وسیع وعریض رقبہ پر پھیلا ہوا ہے، صحیح تعلق پیدا نہیں ہوسکتا،اور ہم اس سے کوئی استفادہ نہیں کرسکتے۔

دوسری حیثیت یہ ہے جو اگر ثانوی ہے مگر نظرانداز کرنے کے قابل نہیں کہ یہ عربی زبان عہد رسالت اور ابتداء اسلام میں بھی ایک زندہ زبان تھی، اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ایک زندہ زبان رہی اور اس زمانے میں بھی ایک زندہ اورترقی یافتہ زبان ہے جو تمام لسانی ضرورتوں کو پورا کرنے اور اظہار خیال کا ذریعہ بننے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے، اور جو قرآن کی بدولت اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔

لہذا مسلم طالبعلم اور معلم عربی زبان کے سیکھے بغیر نہ تو اسلامی علوم کی صحیح تعلیم حاصل کرسکتے ہیں نہ ہی کما حقہ تدریس کراسکتے ہیں، اسی وجہ سے ہر دور کے مسلم حکمرانوں نے اس کی اشاعت وترویج کی طرف خاص توجہ دی بلکہ اکثر اسلامی حکومتوں میں سرکاری زبان عربی تھی یہاں تک کہ انگریز دور میں شعوری طور پر اپنی محکومی میں ڈالنے اور انکو اپنی بنیاد سے ہٹانے کے لئے عربی فارسی کو ختم کرنے کی کوششیں کی گئیں، گو اپنی ان کوششوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں جزوی طور پر تو کامیاب ہوگئے مگر کلی طور پر انکو ختم نہ کرسکے۔

مگر اللہ رب العزت نے ایسے صاحب کمال شخصیات ہر دور میں پیدا فرمادیں جنہوں نے علوم اسلامیہ اور دین متین کی سر بلندی، اس کی ترویج واشاعت، حفاظت اور احیاء وتجدید میں اپنی جانیں کھپادیں، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ جن میں مجدد الف ثانیؒ سے لیکر سید ابو الحسن علی ندویؒ تک ایسے صاحب علم وعزم افراد کی طویل فہرست شامل ہے جنہوں نے دین کی ترویج، تدوین، تحقیق اور تحفیظ کے لئے بے مثال کردار ادا کیا۔

عربی زبان وادب کو نئی جہت دینے میں جس شخصیت نے بنیادی اینٹ کا کام کیا وہ سید ابو الحسن علی ندوی ہیں کہ انہوں نے برصغیر میں مسلم اقتدار کے زوال کے دور بلکہ محکومی کے دور میں بھی اسلاف کی تابندہ روایات کو زندہ وتابندہ رکھنے کے لئے ایسا کردار ادا کیا، جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

عربی زبان اور ادب کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ادب لغوی اور اصطلاحی دونوں اعتبار سے فضائل کا ترجمان ہے، اخلاق فاضلہ، صفات حسنہ، شائستگی اور خوش خلقی سے اس کا خمیرہ اٹھتا ہے، عیوب سے اجتناب کا ملکہ اس کی بدولت پروان چڑھتا ہے، اور اس کا ایک ایک لفظ تہذیبی اطوار کا عکاس ہوتا ہے، یہ ''ادب'' فکر ونظر میں نکھار پیدا کرتا ہے، اور عمل کو سنوارتا ہے، اس سے سوچ کے دھارے، آلائشوں سے پاک ہوتے ہیں، اور تفکر وتدبر کی جو نگاہ نئی وسعتوں سے ہمکنار ہوتی ہے، شعر ونظم کا میدان ہو یا غزل وآزاد نظم کا ناول نگاری کو ادبی تخلیقات کا عنوان بنایا جائے، یا افسانہ نگاری میں طبع آزمائی کی جائے، علوم دینیہ میں کسی ایک پر قلم اٹھایا جائے، یا امت کے اجتماعی مسائل کو غور وفکر کا محور بناتے ہوئے عملی راہیں سمجھائی یا تراشی جائیں، ان سبھی کاوشوں میں کہکشاں کے مختلف رنگ جلوہ گر ہوتے ہیں، وہی کہکشانِ ادب جس میں انسانی زندگی کے لاتعداد گوشوں کا پرتو جھلکتا ہے۔

''عالمی رابطہ ادب اسلامی'' کے بانی حضرت مولانا ابو الحسن ندوی ''رح'' کا رواں ادب ''لکھنو کے پہلے شمارے کے لئے اپنے پیغام میں رقمطراز ہیں۔

''دبستان ادب کے ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ادب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی سب سے پہلی زیارت جو نصیب ہوئی وہ آسمانی صحیفوں میں نصیب ہوئی، ادب کہاں تھا ؟ لیکن جب خدانے انسانوں کو سمجھانے کے لئے اپنے پیغمبروں کو بھیجا،اور ان کو زبان دی، اور ان پر معانی کے ساتھ الفاظ وارد کیے تو معلوم ہوا کہ ادب اسے کہتے ہیں"۔

اسی پیغام میں ادب اسلامی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

"ادب،ادب ہے خواہ کسی مذہبی انسان کی زبان سے نکلے،کسی پیغمبر کی زبان سے ادا ہو،کسی آسمانی صحیفے میں ہو،شرط یہ ہے کہ بات اس انداز سے کی جائے کہ دل پر اثر ہو، کہنے والا مطمئن ہو کہ میں نے بات اچھی طرح کہہ دی، سننے والا اس سے لطف اٹھائے اور قبول کرے"۔

اہل علم اصحاب تقویٰ وورع،اور وہ جملہ یگانہ روزگار شخصیات بلا شبہ اس اعزاز کی مستحق ہوتی ہیں، کہ ان کے اخلاف انکے حضور اپنے جذبات وعقیدت کی سوغات پیش کریں، اور انکی علمی تحقیقی،اصلاحی وفلاحی نقوش کو منظّم ومربوط شکل میں آنے والی نسلوں کے لئے اہتمام کے ساتھ محفوظ کرلیں، الحمد للہ مسلم دنیا کے علم نے اس روایت کو دوام بخشا اور اکابرین امت کے کمالات علمیہ اور زہد وتقویٰ سے مزین زندگیوں کو قرطاس وقلم کے ذریعہ کمال احتیاط کے ساتھ محفوظ کرلیا۔

راقم الحروف کے والد صاحب عربی زبان وادب کے منجھے ہوئے استاد ہیں،اور بچپن میں اکثر وبیشتر ان کی زبان مولانا علی میاں کے تذکرے سننے کو ملے، اور انکی ذاتی لائبریری میں مولانا کی اکثر کتب موجود ہیں،یہی وجہ ہے کہ کئی عربی کتب کے ناموں سے آشنائی بچپن ہی میں ہوچکی تھی، بعد ازاں جب راقم الحروف کو عربی زبان وادب کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا تو اس تجسس اور شوق میں مزید اضافہ ہوا، اور یوں مولانا علی میاں کی کتب وتصانیف کو براہ راست پڑھنے کے سلسلے کا آغاز ہوا جو تا دم تحریر جاری ہے۔

مولانا مرحوم کا امتیازی وصف،وسیع علم،کثیر المطالعہ، اور کثیر التصانیف ہونے کے ساتھ اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے ان کا سوزدروں اور انکی للّٰہیت وانابت الی اللہ تھی، مولانا مرحوم علمی شغف رکھنے والے، متواضع، منکسر، سادہ اور بلند حوصلہ، زاہد اور مستغنی عن الخلق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

،صاحب عزم وہمت فکری اور عملی انسان تھے۔

مولانا کی طویل عملی زندگی کے اور بھی متعدد پہلو ہیں، ان کی حیات وتالیفات پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے ہی یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے،کہ آپ بیک وقت مفکر، مدرس،محقق، فقیہ، مترجم،ادیب اور دانش ور تھے، اور ساتھ ہی ایک بڑے پائے کے داعی اور مصلح بھی تھے۔

موضوعات کی ہمہ رنگی کے باوجود جو خوبی ان سب میں مشترک اور نمایاں ہے وہ انکا ادیبانہ اور انشاء پردازانہ رنگ ہے،جو انکی جملہ تحریروں میں بہت ابھرا ہوا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ اس تمام شہرت اور مولانا کی خدمات کے تذکرے کے باوجود عربی زبان وادب میں ان کی خدمات کو نمایاں حیثیت نہیں دی گئی، زیر نظر مقالہ میں اسی موضوع پر ان کی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا ابو الحسن علی ندویؒ کا مختصر سوانحی خاکہ:

مولانا کا نسب مختلف واسطوں سے ہوتا ہوا سیدنا حضرت حسنؓ سے جا ملتا ہے، آپ کے جد امجد عبداللہ بن محمد،النفس الزکیۃ وہ پہلے شخص تھے جو عہد عباسی میں سندھ وارد ہوئے، شاہ علم اللہ مشہور معروف صوفی بزرگ، اور سیداحمد شہید جنہوں نے انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں صوبہ سرحد کو سکھوں کے تسلط سے آزاد کروایا تھا، آپ کے اجداد میں شامل ہیں۔

سید احمد شہید کی شہادت کے تراسی سال بعد اس خاندان میں وہ بچہ پیدا ہوا جس کا نام علی رکھا گیا، اور جس نے بڑے ہو کر اس خاندان کا نام نہ صرف بر صغیر بلکہ پورے عالم میں روشن کیا، یاد رہے کہ مرحوم علی میاں کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں

مولانا علی میاںؒ کے والدحکیم عبد الحئی، اور آپ کے والد مولانا فخرالدین کثیر التصانیف عالم اور ادیب تھے،آپ کے والد نے فصیح وبلیغ عربی زبان میں متعدد کتابیں لکھیں ،جن میں ’’نزھۃ الخواطر‘‘ سب سے زیادہ مشہور اور ضخیم ہے،اس کے علاوہ ’’الثقافۃ الاسلامیۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی الھند''، اور''الھند فی العھد الاسلامی'' بھی معروف کتب ہیں۔

1۔ولادت اور تعلیم وتربیت:

آپ کی پیدائش ٦ محرم الحرام ١٣٣٣ ہجری بمطابق ٢٥ نومبر ١٩١٤ عیسوی میں ہوئی، ٩ سال کی عمر میں آپ کے والد محترم راہی ملکِ عدم ہوئے، آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، آپ کی تعلیم وتربیت میں آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالعلی اور آپ کی والدہ محترمہ کو بھی بہت عمل ودخل ہے۔

مولانا کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، اورساتھ ہی عربی کی تعلیم بھی بچپن میں شروع ہوگئی تھی، صرف، ونحو کی بعض معروف کتب بعض لائق بزرگوں سے پڑھی تھیں، مولانا کو ابتداء ہی سے ادب وانشاء سے دلچسپی تھی، آپ کی باقاعدہ عربی کی تعلیم کا آغاز خلیل بن محمد عرب سے کے پاس ہوا، اور آپ نے ان سے بہت زیادہ فیض حاصل کیا، عربی ادب اور بالخصوص عربی شعر کا عرب صاحب مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بے نظیر فطری ذوق بخشا تھا، خالص عربی لہجے میں اس طرح قصائد پڑھتے کہ انکا نقش ذہنوں میں بیٹھ جاتا۔

ادب میں شیخ خلیل عرب کا ایک مجتہدانہ نصاب تھا، جو ہندوستان میں بالکل نیا تھا، انہوں نے مبادی صرف اور تحریر وانشاء کی مشق کے ساتھ مصر، بیروت کے سلسلہ قراءت ''مدارج القراءة'' کے بعد، ابن المقفع کی''کلیلة ودمنه''، ''مجموعة النظم والنثر''، ''نهج البلاغه'' حصہ نظم ونثر میں''حماسہ''، اور المعری کی ''سقط الزند''، اور ''دلائل الاعجاز'' للجرجانی بڑے ذوق وشوق سے نیز مختصر تاریخ''ادب اللغة العربية'' پڑھائی، عربی کے قواعد اور زبان کی عملی مشق کرائی، اس تعلیم کی خصوصیت یہ تھی کہ صرف عربی زبان وادب کی تعلیم تھی، اور وہی اوڑھنا بچھونا وہی مقصد حیات اور وہی ذوق طبع، شیخ خلیل عرب کا یہ ذوق مولانا مرحوم میں بکمال وتمام منتقل ہوا۔

عرب صاحب کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اپنے منتخب ومحبوب مصنفین اور انکی تصانیف کو زبان وادب اور طرز ادا کا واحد نمونہ اور ادب وذوق کا منتہی بنا کر پیش کرتے تھے۔

نثر میں ابن المقفع اور جاحظ، ذوق نقد ادب اور سخن فہمی میں عبد القادر جرجانی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعر میں متنبیؔ اور بحتری ان کے منتخب لوگ تھے، مولانا ندویؒ نے بھی اس دور میں ابن المقفع اور صاحب نہج البلاغہ نے کبھی کبھی جرجانی کی تقلید میں لکھنے کی کوشش کی، یہ تاثر ان کی تحریروں میں بھی قائم رہا، مولانا اسی جذبہ وشوق کے تحت ادب ونثر کو اپنی میراث سمجھتے تھے، اور اس سے فائدہ اٹھانے میں کبھی باک محسوس نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اپنے استاد کی ہمت افزائی سے کبھی کبھی ان صاحب طرز انشاء پردازوں کے بعض جملے اور تعبیر یں اپنی تحریروں میں نگینہ کی طرح جڑ کر انعام حاصل کیا، اس تعلیم کے انتہائی مرحلہ پر شیخ عرب نے اپنے اس ہونہار شاگرد کو مصر کے مشہور صاحب طرز ادیب سید مصطفیٰ لطفی المنفلوطی کی کتاب ''النظرات'' پڑھنے کو دی، بایں وجہ منفلوطی کی سحر نگاری آپ کے دماغ وتخیل پر چھائی رہی۔

آپ نے حدیث اور اصول حدیث کی تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے علمی ماحول میں معروف اساتذہ حدیث سے حاصل کی، اصول حدیث، متن حدیث اور شرح حدیث میں براہ راست مصادر اصلیہ کو پڑھا کر ''نیل الاوطار''، ''تنقیح الانظار''، ''توضیح الافکار''، ''الجوهر النقی''، ''شرح مسلم'' اور ''فتح الباری'' جیسی امہات کتب زیر مطالعہ رہیں۔

۱۹۳۰ء میں شیخ خلیل عرب کی تجویز اور ڈاکٹر عبد العلی کی دعوت پر دار العلوم ندوۃ میں تدریس ادب کے لئے فاضل ومحقق صاحب زبان مراکشی عالم شیخ تقی الدین الهلالی تشریف لائے جن کے بارے میں مولانا ندوی خود رقمطراز ہیں۔

''جن کو اگر نہ دیکھا ہوتا تو عربی زن وادب کے بہت سے مبادی وبدیہیات، زبان کی تعلیم کے بہت سے حقائق واصول نظر سے ہمیشہ اوجھل رہتے، اور عجمیت وہندیت کے اثر سے کلیۃ آزادی نصیب نہ ہوتی، ان کو اگر نہ دیکھا ہو تا تو قرن ثانی وثالث کی زبان کو مردہ اور صرف کاغذ کے نقش ونگار سمجھتے، اس ایک شخص میں سلف کی احتیاط اور علمی تورع (عدم تحقیق کی حالت میں بے تکلف لاادری کہہ دینا) مغرب اقصیٰ خصوصاً اہل شنقیط کا حفظ واستحضار، اہل لغت کا اتقان، علمائے نحو کی پختگی اور اہل زبان کی شیریں نوائی، اور خوش گفتاری جمع تھی، بات کرتے تھے تو منہ پھول جھڑتے تھے، ہر جملہ ادب کی جان ہوتا تھا،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جسکو آدمی جس ادب کی جس کتاب کے حاشیہ پر لکھ دے، میں نے ''اغانی'' اور ''جاحظ'' کی کتابوں کی زبان بولتے ہوئے ان کے سوا کسی کو نہیں سنا، جو لکھتے تھے وہی بولتے تھے، اور جو بولتے تھے وہی عربی زبان کا روز مرہ کا محاورہ ہے''۔

یہ زمانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی بہار کا تھا، اور مولانا ندویؒ کو مولانا ہلالی جیسے استاد میسر تھا، اسی زمانہ میں مسعود عالم ندوی کے رسالے ''الضیاء'' کے ساتھ ساتھ، مصری، عراقی، اور مراکشی جرائد ورسائل اور اخبارات کا مطالعہ شروع کیا، اس مطالعہ اور اخبار بینی سے مولانا مرحوم کو تعبیر اور اظہار خیال میں بہت قدرت حاصل ہوئی۔

امیر شکیب ارسلان اور عبدالرحمٰن الکوکبی کے افکار سے تاثر کی کیفیات تا دیر قائم رہیں، سال دو سال کی پرائیویٹ عربی وانگریزی تعلیم کے بعد ۱۹۲۶ء میں آپ کا داخلہ لکھنو یونیورسٹی کی فاضل ادب (عربی) کی کلاس میں ہوا، اس وقت مولانا کی عمر صرف تیرہ سال تھی، اس وقت میں سب سے کم عمر آپ ہی تھے، مولانا کی اعلیٰ منظّم تعلیم اسی لکھنو یونیورسٹی سے حاصل ہوئی، جہاں انکے محبوب وشفیق ذاتی استاد خلیل عرب صاحب عربی ادب کے پروفیسر تھے۔

۱۹۲۹ء میں فاضل عربی سے فراغت کے بعد مولانا نے ۲ سال تک حدیث وفقہ پڑھی، مشہور محدث مولانا حیدر حسن خان سے حرفاً حرفاً ''صحیح بخاری''، ''صحیح مسلم''، '' سنن ابی داؤد''، اور ''جامع ترمذی'' پڑھیں، بعد کے سالوں میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا حسین احمد مدنی سے تفسیر وحدیث میں استفادہ کیا جو ایک اعزاز سے کم نہیں۔

۱۹۳۰ء بعمر ۱۶ سال آپ نے سید احمد شہید کے متعلق محی الدین قصوری کے ایک مضمون کا عربی میں آزاد ترجمہ کیا، یہ اپنی عمدہ عربیت کے باعث سید رشید رضا مرحوم کے رسالہ ''المنار'' میں اشاعت کے قابل سمجھا گیا۔

2۔ درس وتدریس اور عالم عربی سے روابط:

تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا کو ایسا ماحول ملا جس کی بدولت ان کی ادبی، تدریسی، دعوتی اور اصلاحی صلاحیتوں کو بھر پور پروان چڑھنے کا موقع میسر ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۳۴ء میں بیس سال کی عمر میں مولانا ندوۃ العلماء میں عربی ادب وتفسیر کے استاد مقرر ہوئے، منطق اور تاریخ اسلامی کے دروس بھی آپ ہی کے پاس تھے، علامہ اقبالؒ، سید مودودیؒ، اور مولانا الیاس کاندھلویؒ کی دینی دعوت سے تعلق بھی ان کی زندگی کے نمایاں پہلو ہیں۔

۱۹۴۷ء تقسیم ہند سے قبل اپنے پہلے حج کے دوران ۶ ماہ حرمین شریفین میں مقیم رہے، وہاں کے علماء سے ربط وضبط پیدا ہوا، اوراپنی زیر تصنیف کتاب ''ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین'' کے لئے عربی کتابوں، مجلّات اور رسائل سے مزید معلومات جمع کیں۔

۱۹۵۰ء میں اپنے مرشد شاہ عبدالقادر رائے پوری کے ساتھ حج کیا، اس عرصہ میں حجاز مقدس میں قیام کے دوران میں مولانا کا تعلق یہاں کی اعلیٰ علمی وادبی شخصیات سے ہوا، اگلے چند برسوں میں مصر، دمشق، اردن، اور فلسطین کے اسفار کیے، یہ سفر اس اعتبار سے نہایت اہم تھے کہ آپ کی کتاب ''ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین'' مصر میں ۱۹۵۰ میں چھپ چکی تھی، اور اس کے ذریعے اہل علم اور تحقیق کے حلقوں اور دینی تنظیموں میں ان کا اجمالی تعارف ہو چکا تھا، مصر میں اور پھر شام میں سارا عالم عرب اپنی تمام تر علمی بلندیوں اور مادی رعنائیوں کے ساتھ سامنے تھا، مولانا کی ملاقات تمام بڑی علمی ادبی اور دینی شخصیات سے ہوئی، یونیورسٹیوں میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن نیز بہت سی دینی واجتماعی تنظیمات وتحریکات ''اخوان المسلمین'' قاہرہ یونیورسٹی میں ان کی تقریریں ہوئیں، اخوان تو ان کے ایسے گردیدہ ہوئے کہ وہ مولانا کا اپنے ہی ایک مرشد کی طرح احترام کرنے لگے۔

مولانا کی طویل سفر کی ڈائری ''مذاکرات سائح فی الشرق العربی'' کے نام سے مصر میں چھپی۔

3۔ عربی زبان وادب کی ترویج وفروغ میں مولانا علی میاںؒ کی خدمات:

ذیل میں مولانا کی وہ خدمات جلیلہ پیش کی گئی ہیں کہ ان کا اگر ذکر نہ کیا جائے، جیسا کہ اکثر مضامین میں ان کی اس خوبی وصلاحیت اور طرہ امتیاز سے نسبتاً غفلت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برتی گئی ہے، تو مقالہ لکھنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، جبکہ ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں میں ان کا یہ پہلوان کی زندگی پر غالب ہے۔

(الف)زبان وادب میں فرق:

مولانا مرحوم شیخ تقی الدین الہلالی جیسے فاضل ویگانہ روزگار اساتذہ سے کسب فیض کیا ، ہلالی صاحب سے عربی ادب وشعر کی کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کی صحبت اور مجالس رفاقت بھی آپ کو میسر رہی، انہی افادات کے زیر اثر آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ زبان اور ادب میں فرق ہے، زبان وہ ہے جو ادب کی بنیاد ہے، ادب خیالات کے اظہار کا بلند فنی،اور ترقی یافتہ ذریعہ ہے جو تمدن وتخیل کی ترقی سے پیدا ہوتا ہے،زبان کی تعلیم وتربیت ادب کی تعلیم پر مقدم ہے۔

آپ کے خیال میں ہندوستان میں زبان کے دھوکہ میں اور عربی زبان کے نام سے اعلیٰ ادب کی تعلیم دی جارہی ہے، جو اکثر اوقات بے بنیاد ہے، اور بے نتیجہ ثابت ہوتی ہے ۔اپنے استاد کی فکر کے تحت آپ ’’پہلے زبان بعد میں ادب‘‘ کے اصول کے پرچارک تھے، نیز زبان کو انسانی زبان کی طرح بغیر ترجمہ کی مدد کے پڑھانے پر مصر تھے۔

(ب)صرف ونحو کے قواعد اور زبان کی تشکیل:

شیخ ہلالی کے زیر اثر آپ کے ذہن میں یہ خیال جاگزیں ہوا کہ صرف ونحو کے قواعد زبان کی تشکیل کے اصول ہیں، جن کا درجہ زبان کے بعد ہے، آپ خود لکھتے ہیں’’زبان کا ذخیرہ اگر کچھ نہ ہو تو صرف ونحو کے قواعد بےکار ہیں، مفردات،الفاظ وجمل مکان کی اینٹیں ہیں، اور نحو کا علم اصول تعمیر کے قواعد اور انجنئری کا فن،اگر سرے سے اینٹیں ہی نہ ہوں تو انجنیئر نگ کے اصول تعمیر کا بڑا علم ناکارہ اور فضول ہے۔

مولانا علی میاںؒ نے جہاں عربی زبان میں مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے، وہاں ایک معلم اور اسلامی علوم کی تعلیم وتدریس کے لئے وقف ادارے دار العلوم ندوۃ العلماء کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے عربی زبان کی تدریس کے لئے نصابی کتب مرتب کیں، اسی سلسلہ میں ''مختارات''، ''قصص النبیین''''اور''القراءۃ الراشدۃ''وہ معروف ومفید درسی کتب ہیں جو بر صغیر پاک وہند کے مدارس ہی نہیں بلکہ عرب میں بھی اپنی افادیت کا لوہا منوا چکی ہیں۔

عربی زبان کی تدریس کے لئے اولین کتاب''مختارات''کے بارے میں مولانا خود تحریر فرماتے ہیں:

''مجھے سب سے پہلے عربی نثر وادب کے ایسے مجموعے کی ترتیب کا خیال پیدا ہوا، جو قرن اول سے لیکر عصر حاضر تک کے اعلیٰ ادبی نمونوں پر مشتمل ہو، اور جو سجع وقافیہ ،تصنع وتکلف سے آزاد، دلی جذبات،صحت مند خیالات، اور صالح مقاصد کا آئینہ دار ہو، اور جو عربی زبان کا صرف ایک ہی رنگ وآہنگ (جس کا مثالی نمونہ''مقامات حریری''ہے جو ہندوستان کے علمی اور درسی حلقوں میں چھ سو برس سے حکمرانی کرتی رہی ہے، اور عربی تحریر کا واحد نمونہ ہے) پیش نہ کرے،اس بنیادی خیال کیلئے جو ابتدا میں''مختارات''کی تالیف کا محرک بنا، اور پھر اس کی بنیاد پر''منثورات''از مولانا محمد رابع ندوی اور بعض دوسری کتابیں لکھی گئیں''۔

آپکی مرتبہ درسی کتب کی بدولت برصغیر میں عربی کا ذوق پیدا ہوا اور عربی انشاء وادب سے دلچسپی میں اضافہ ہوا، اور اسکا خاطر خواہ فائدہ ہوا۔

(ج)ادب وتاریخ کا باہمی تعلق:

اس بارے میں مولانا خود رقمطراز ہیں''ہلالی صاحب سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ زبان کا بہترین نمونہ تاریخ کی مستند کتابیں اور عہد عباسی کے ادباء کی غیر مصنوعی تصنیفات ہیں ،اس کے لئے انہوں نے ابن قتیبہ کی''الامامہ والسیاسۃ''، ابن المقفع کی ''کلیلہ ودمنہ''، ابو الفرج الاصفھانی کی''کتاب الاغانی''،اور جاحظ کے رسائل کی سفارش کی۔

ادب کے اس باہمی تعلق ونسبت کا اظہار مولانا کی تصانیف سے عیاں ہے، مختلف ادوار شخصیات کے تاریخی تجزیوں میں آپ نے ادبی پہلوؤں کو نظر انداز نہ کیا، ہر عہد کی ادبی تاریخ کو اپنی تصانیف میں جگہ دی، اور اس طرح آپ بیک وقت صاحب طرز ادیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وانشاءپرداز اور مؤرخ کے طورپر سامنے آئے۔

(د)ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین:

مولاناعلی میاںؒ کی ڈیڑھ سوسے زائد عربی،اردو کتب ورسائل میں ایک معتمد بہ تعداد عربی کی ہے، ان میں سے مشہور ترین تصنیف''ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین'' ہے جو ۱۹۴۷ء میں لکھی گئی اور تین سال بعد مصرسے شائع ہوئی،اس کتاب نےسارے عالم عرب سے خراج تحسین وصول کیا، بہت سے عرب مصنفین کے بقول بیسویں صدی کی یہ سب سے زیادہ چھپنے والی عربی کتاب ہے، اب تک اس کے ستر باضابطہ ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں ، مصنف یا قانونی ناشرین کی اجازت کے بغیرچھپنے والے ایڈیشن اس کے علاوہ ہیں۔

کتاب کا ایک خاص وصف اس کا واضح اسلوب ہے، پختہ اور متین اسلوب کے ساتھ مصنف استشھاد پر پوری قدرت کا مظاہرہ کرتے ہیں،کئی مقامات پر احادیث اور اشعار سے بھی استشھاد لیا گیاہے، عنوانات کا عمدہ انتخاب اور تنوع،قرآنی اور عربی تراکیب کا بہترین استعمال کتاب کےاسلوب کی نمایاں صفات ہیں، غرض یہ کتاب عالم اسلام کےمسائل پر ہندوستانی طرز فکر کا ایک اچھوتا شاہکار ہے،اس کتاب کے علاوہ آپ کی دوسری متعدد کتابوں نے بھی پورے عالم عرب سے خراج تحسین حاصل کیاہے۔

(ہ)دعوتی رسائل:

مولانانے اپنے پہلے اور دوسرےسفرحجاز ومصرسےقبل کچھ دعوتی رسائل عربی میں لکھے تھے۔جیسے''الی ممثلی البلاد العربیۃ''جو تقسیم سے قبل دہلی میں ہونے والی ایک ایشائی کانفرنس کے عرب مندوبین سے ایک دعوتی خطاب تھا، اس کے علاوہ''بین الصورۃ والحقیقۃ''جس میں صوری یا ظاہری اور حقیقی اسلام کے فرق اور مؤخرالذکر کی قیمت واہمیت کو انتہائی مؤثر اور دل آویز انداز میں بیان کیا گیا تھا، اس طرح دوسرے رسائل میں''بین الجبایۃ والھدایۃ''، ''من غار حراء''، '' اسمعی یا مصر''وغیرہ ہیں، ان رسائل نے مولانا کو عرب میں پڑھے لکھے طبقے میں بہت محبوب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ومانوس بنادیا۔

(و) کلیۃ الشریعۃ دمشق میں خطاب:

۱۹۵۲ء میں مولانا نے کلیۃ الشریعۃ (شرعیہ فیکلٹی) دمشق یونیورسٹی کی دعوت پر وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے وہاں دو ماہ قیام کیا، اور اسلام کی اہم دینی وفکری شخصیات پر لیکچر دیئے جو ''رجال الفکر والدعوۃ'' کے نام سے ۱۹۶۰ء میں دمشق سے کتابی شکل میں چھپے، اس سے قبل مولانا ''تاریخ دعوت عزیمت'' کی پہلی جلد لکھ کے تھے، جو دارالمصنفین سے چھپی، اور وہی دمشق یونیورسٹی کے لیکچروں کی بنیاد بنی، بعد میں یہ سلسلہ جاری رہا اور پانچ جلدوں میں مولانا نے یہ کتاب مکمل کی یہ پانچ جلدوں میں عربی زبان میں منتقل ہوکر دمشق وبیروت سے چار جلدوں میں چھپ چکی ہیں، اور اب حوالے کی کتابیں ہیں۔

(ز) فکر اقبال کی عربی ترجمانی:

مولانا مرحوم ۱۹۳۰ء میں ''ضرب کلیم''، ''بال جبریل''، ''اسرارخودی''، ''جاویدنامہ''، اور ''بانگ درا'' وغیرہ پڑھ کی فکر اقبال سے روشناس ہوچکے تھے، ۱۹۲۹ء میں علامہ اقبال کے آخری ایام میں ملاقات کی، اور اقبال سے شیفتگی اور فکری وقلبی تعلق میں اضافہ ہوا، مولانا مرحوم کو علامہ کے سینکڑوں اشعار یاد تھے، اور وہ اپنے ہم جماعت طلبہ کے سامنے انہیں مناسب موقع پر بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے تھے۔

علامہ اقبال کی بعض نظموں کا عربی میں ترجمہ کیا، ان میں ''ذوق وشوق''، ''مسجد قرطبہ''، اور ''ابلیس کی مجلس'' شامل ہیں، ان نظموں میں اقبال کے فکر وفن کا بہترین امتزاج ملتا ہے، ''پس چہ باید ''میں علامہ اقبال نے ایک نظم ''حرف چند باامت عربیہ'' کے عنوان سے لکھی ہے، مولانا اس نظم کو بھی اپنے عرب قارئین کے سامنے پیش کیا۔

علامہ اقبال پر انہوں نے ایک کتاب ''روائع اقبال'' کے نام سے عربی زبان میں تحریر کی، یہ کتاب مقالات کا ایک مجموعہ ہے، اس کا مقصد اقبال اور فکر اقبال کو عربوں میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روشناس کرانا تھا، اسی عربی کتاب کا اردو ترجمہ ''نقوش اقبال'' کے نام سے شائع ہوا، مولانا ندویؒ نے اقبال کے حالات زندگی کی تصویر ایک ماہر مصور کی طرح کھینچی ہے، زیادہ تفصیل میں جائے بغیر اقبال اور اس اور اسکے عہد وآثار کو مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔

مولانا کا ایک شاہکار ادبی مضمون ''اقبال فی مدینۃ الرسول'' ہے، مولانا ''ارمغان حجاز'' کو اقبال کے مکہ معظّمہ، اور مدینہ منورہ کے خیالی سفر کی روداد قرار دیتے ہیں، انہوں نے ''ارمغان حجاز'' کے مختلف حصوں سے اقبال کے اس روحانی سفر کی تفصیل مرتب کی ہے، اور ہر حصہ کو بڑے دلکش بیانوں کے ساتھ دوسرے سے مربوط کیا ہے۔

(ح)اعزازات اور عالمی شخصیات سے تعلقات:

مولانا علی میاں کی انہی مخلصانہ اور درد مندانہ کاوشوں کی وجہ سے انہیں ۱۹۷۹ء میں شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا، اور ۱۹۹۹ء میں حکومت دبئی نے انہیں ۱۹۹۸ء کی سب سے بڑی اسلامی شخصیت قرار دیا۔

عالم عرب کی جن نامور شخصیات سے علی میاں کے قریبی مراسم تھے، ان میں ''مفتی اعظم فلسطین''، ''سید امین الحسینی''، ''اخوان المسلمین'' کے ڈاکٹر سعید رمضان''، ''سید قطب شہید''، اور'' شیخ محمد الغزالی، شام کے علامہ ''بیطار''، عراق کے ''بھجہ العصری''، حجاز کے مشہور رئیس اور عالم ''شیخ محمد نصیف'' المجمع العربی دمشق کے ''علامہ کرد علی''، اور مشہور عرب شاعر استاد'' خلیل عرب مردم بک'' مشہور محقق وادیب عبد القادر مغربی، ڈاکٹر طٰہٰ حسین، ڈاکٹر احمد امین، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، اور سعودی عرب کے مفتی اعظم ''شیخ عبد العزیز بن باز'' وغیرہم سے ان کے تعلقات اور ملاقاتوں کا ذکر ان کی تحریروں میں ملتا ہے۔

(ط)عالمی رابطہ ادب اسلامی ودیگر نداوت کی تاسیس وتشکیل:

۱۹۶۲ء میں جب ''رابطہ عالم اسلامی'' کی مکہ مکرمہ میں تشکیل ہوئی تو مرحوم اس کے رکن اساسی قرار پائے، اسی طرح اسی سال مدینہ منورہ میں جامعہ اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو مولاناؒ اس کی کونسل کے رکن اساسی کی حیثیت سے لئے گئے، بعد میں ''رابطہ عالم اسلامی'' کی متعدد تنظمیں جیسے ''المجمع الفقهي'' اور المجلس الاعلی للمساجد'' قائم ہوئیں تو مولانا ان کے رکن منتخب ہوئے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے بیسوی صدی کی پانچویں دہائی میں دمشق کے ادب عربی کے مقتدر ادارہ ''المجمع العلمي العربي'' میں ایک مقالہ پیش کیا، جس میں ادب کی اسلامیت کے تصور کو بڑے جاندار انداز میں اجاگر کیا گیا تھا، اس فکر کو عرب دنیا کے ادباء نے بے حد سراہا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسمیں پختگی بھی آئی، اور وسعت بھی، اس حوالہ سے سوچ کے دھارے مشکل ہوتے رہے تا انکہ ۱۹۸۰ء میں ایک باقاعدہ تنظیم کے قیام کے لئے ''تاسیسی کمیٹی'' کی تشکیل کردی گئی، جمادی الاخر ۱۹۸۱ء کے ادب اسلامی کے جامع موضوع کی مختلف جہات پر غور فکر کے لئے ایک بین الاقوامی کانفرنس ندوۃ العلماء لکھنو (بھارت) میں منعقد ہوئی، جس میں مراکش سے ملائشیا تک کے ممتاز ادباء ونقاد نے شرکت کی، اس کے جملہ مندوبین نے اتفاق رائے سے مسلم ادبا کی بین الاقوامی تنظیم کے قیام پرزور دیا، ۱۹۸۲ء میں اسلامی یونیورسٹی مدینہ من میں اسلامی ادب کے بارے میں منعقد سیمپوزیم میں ایسی تنظیم کی تشکیل کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا، اس کے کچھ عرصہ بعد امام محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض میں اسلامی ادب کے حوالہ سے منعقد ہونے والے ایک سیمینار کے شرکاء نے بھی اس فکر کو سراہا۔

مولانا مرحوم کی دہائیوں پر مشتمل جد وجہد رنگ لارہی تھی، انکے فکر کو پورے عالم اسلام ئیں پذیرائی حاصل ہورہی تھی، بالآخر مرحوم کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا، اور ۱۹۸۴ء لکھنو (انڈیا) میں ''عالمی رابطہ ادب اسلامی'' کا باقاعدہ قیام عمل میں آگیا، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کو اس کا پہلا تا حیات صدر منتخب کیا گیا۔

اس وقت عالمی رابطہ ادب اسلامی کے علاقائی دفاتر (المكاتب الاقليمية) مصر، اردن، شام، مراکش، ترکی، سعودی عرب، ہندوستان، پاکستان، بنگلادیش، اور ملائشیا میں قائم ہیں۔

آپ عرب دنیا کی دیگر تنظیموں کے رکن اساسی یا رکن تھے، ان میں دعوت اسلامی کی ''عالمی مجلس اعلیٰ'' قاہرہ، اسلامی یونیورسٹی کی انجمن رباط، عربی اکیڈمی دمشق، عربی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکیڈمی قاہرہ، شاہی اکیڈمی برائے اسلامی تمدن، اردن اور اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کی مجالس اُمناء کے رکن تھے۔

(ی) عرب مجلّات ورسائل میں سلسلہ ہائے مضامین:

عالم عرب کے لئے مولانا کا بڑا کارنامہ یہ تھا کہ آپ نے ساٹھ کی دہائی سے جمال عبد الناصر کے زمانے میں عرب قومیت کے خلاف بڑے پُرزور طریقے سے عربی مجلّات میں لکھا، اور اپنی عربی اور اردو تقاریر میں برملا اس کی مخالفت کی اور ناصر کے عرب اور ہندوستانی مریدین کی مخالفت کو برداشت کیا، دوسری خدمت اسلام پسند سعودی عرب اور خلیج کی ریاستوں کے مسلمانوں کی، کہ انہوں نے یہاں کے حکمرانوں کو حد سے بڑھتی ہوئی عیش وعشرت کی زندگی پر تنقید کی، اور اسی طرح یورپ وامریکہ پر سیاسی سوشلزم کے مخالف رہے، اسی طرح مغربی سرمایہ داری اور اسکی غیر اخلاقی اور معیشانہ قدروں کے بھی مخالف رہے۔

دیگر خدمات:

مختلف اور متنوع موضوعات پر متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں ہوچکے ہیں، جن میں ''الارکان الاربعۃ'' کافی مبسوط اور منفرد انداز کی کتاب ہے، علاوہ ازیں ''النبوۃ والانبیاء فی ضوء القرآن''، ''القادیانی والقادیانیۃ''، ''السیرۃ النبویۃ''، المرتضیٰ'' وغیرہ شامل ہیں۔

الغرض مولانا ابو الحسن علی ندویؒ بنیادی طور پر ایک عالم دین تھے اور بلاشبہ انکی تصانیف کی ایک عالیمانہ شان ہے، ان میں حقائق کی جمع آوری ان کا تجزیہ وتحلیل اور معروضی نتائج کا استخراج ملتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک اعلیٰ پائے کے ادیب بھی تھے، ان کی تحریروں میں تحقیق کی خشکی کی جگہ ادب کی جاشنی ملتی ہے۔

مولانا مرحوم کی عبارت کو غامض کہنا ہندی نژ اداور ہندی تہذیب سے نسبت کے بناء پر آپ کے اسلوب کی متانت اور شگفتگی کو مشتبہ قرار دینا در اصل آپ کے اسلوب کی گہرائی وگیرائی سے ناواقفیت، اور آپ ایسے صاحب کمال اور صاحب طرز ادیب کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضور بڑی جسارت ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ برصغیر میں عربی زبان وادب کی ترویج واشاعت میں آپ کی خدمات کا غیر جانبدارنہ جائزہ لیا جائے،اس ضمن میں آپ نے جن منہج وطریق ہائے کار کو اپنایا یا اپنانے کی ترغیب دی، انہیں علمی دنیا میں متعارف کرایا جائے اور عصر حاضر میں سیکولرقوتوں کی کامیابی،غیر عرب مسلم ممالک میں عربی زبان وادب سے بُعد،مغربی لسانیات وثقافت کے غلبہ اور بد عملی کے فروغ کے رجحانات کے تناظر میں ضرورت ہے کہ آپ ایسے نابغہ روزگار مفکر ومحقق،ادیب ودانشور اور داعی ومصلح کے فکر وآثار کو رائج وشائع کیا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المراجع

زیر نظر مضمون کی تیاری میں مولانا سید ابو الحسن ندویؒ کی درج ذیل کتب سے بطور خاص استفادہ کیا گیاہے:

۱۔ سید ابوالحسن علی الندوی: العرب والاسلام، منشورات المکتب الاسلامی، بیروت۔

۲۔ سید ابوالحسن علی الندوی: القراۃ الراشدۃ مکتبہ دارالعلوم التابعہ لندوۃ العلماء، لکھنو، الھند۔

۳۔ سید ابوالحسن علی الندوی: رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام، دارالعلم، کویت۔

۴۔ سید ابوالحسن علی الندوی: مذکرات سائح فی الشرق العربی، مؤسسۃ الرسالۃ۔ بیروت

۵ سید ابوالحسن علی الندوی: ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین مجلس نشریات کراتشی، باکستان۔

۶۔ سید ابوالحسن علی الندوی: المسلمون فی الھند مکتبہ دار الفتح، دمشق۔

۷۔ سید ابوالحسن علی الندوی: روائع اقبال مجلس نشریات کراتشی، باکستان۔

۸۔ سید ابوالحسن علی الندوی: نظرات فی الادب العربی، مجلس نشریات کراتشی، باکستان

۹۔ سید ابوالحسن علی الندوی: نظرۃ عابرۃ تاریخ الدعوۃ الاسلامیۃ فی الھند باکستان، دارالاشاد، بیروت۔

۱۰ سید ابوالحسن علی الندوی: کاروان زندگی، مجلس نشریات کراتشی، باکستان۔

۱۱۔ سید ابوالحسن علی الندوی: حیات عبدالحئ، مجلس نشریات کراتشی، باکستان۔

۱۲۔ سید ابوالحسن علی الندوی: عالم عربی کاالمیہ مجلس نشریات کراتشی، باکستان۔

۱۳۔ سید ابوالحسن علی الندوی: مولانا محمد الیاس اور انکی دینی خدمات، مجلس نشریات کراتشی، باکستان۔

۱۴۔ سید ابوالحسن علی الندوی: تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات کراتشی، باکستان۔

۱۵۔ سید ابوالحسن علی الندوی: اسلامی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، مجلس نشریات کراتشی، باکستان۔

۱۶۔ سید ابوالحسن علی الندوی: تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، مجلس نشریات کراتشی، باکستان۔

۱۷۔ سید ابوالحسن علی الندوی: سوانح سید احمد شہید، مجلس نشریات کراتشی، باکستان۔

© rasailojaraid.com